تاریخی مثنوی

موسوم بہ

"نزولِ عنایت در دکن"

(سفرنامہ دکن از ۲۴؍ جون تا ۴؍ ستمبر ۱۹۵۶ء)

دیوان حضرت سیّد عنایت حسین علیخان سجادہ نشین حضور خواجۂ اعظم غریب نواز

نتیجۂ فکر:- محمد عبدالمجید فاروقی مجید

(سابق مددگار دارالعلوم حیدرآباد دکن)

گذرانیدہ

وابستگانِ سلسلۂ حبیبیہ حیدرآباد دکن (انڈیا)

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بزرگِ مقدس بزرگِ مسلّم
جنابِ عنایت حسین اعظم اکرم
تھی ذیقعدہ کی چودہ اجمیر چھوڑے
ہو بمبئی آئے بمبئی میں ٹھہرے
سنا ہے وہاں ایک تانتا لگا تھا
وہاں سے ہوئے ساتھ فرزندِ اکبر
جو بمبئی سے گلبرگہ تشریف لائے
اُسی دن تھا آغازِ عرسِ مبارک
کی تقریر یہ عرس کے موقعے پر
"کتاب فتاویٰ ہے منسوب اُسی سے
کہا[1]- در دکن نیست جز روضہ کعبہ
"شہنشاہ ہندوستاں کا یہ کہنا
یہ" مطلب ہے مرکز ہے روضہ دکن کا
(درگاہ)
"شہنشاہ کہتا ہے شہ میں نہیں ہوں
"میں بندہ ہوں اک اور نوازش کا خواہاں

وزیرِ شہنشاہِ ہندِ معظم
ہیں دیوانِ دربارِ اجمیرِ اعظم
۲۴ جون ۵۶ء دکن کے سفر کے ارادے سے نکلے
بہت تھوڑا ٹھہرے فقط بارا گھنٹے (۱۲)
ہر اک دل کی دل میں لیے جا رہا تھا
کہ بیس ایک دن سے تھی چشم اُنکی بردر
۲۵ جون ۵۶ء تھی ذیقعدہ کی پانزدہ باپ بیٹے
تھے صندل چراغاں یکے بعد از اں یک
"جب اورنگ زیب آیا تھا مقبرے پر"
"شریعت پنہ بادشاہِ قوی ہے"
"او بندہ نواز و شہِ دین و دنیا"
"کہ روضہ ہی ہے کعبہ اہلِ دکن کا"
"ہے رضوان روضے کا مولا دکن کا"
(حضرت خواجہ صاحب)
"وہ ہیں بادشہ - بادشہ میں نہیں ہوں"
"وہ ہیں خواجہ بندہ نواز اور سلطاں"

[1] نیست کعبہ در دکن جز درگہ گیسو دراز

بادشاہِ دین و دنیا تا ابد بندہ نواز

کی ہر ایک تقریب میں خاص شرکت
پرستاروں نے مختلف دعوتیں کیں
وہاں آٹھ دن لطف سے جب گزارے
پس از عرسِ گلبرگہ در حیدرآباد
تھی تیئیس ۲۳ ذیقعدہ سہ شنبہ در شب
فروکش ہوئے صابری خانقہ میں
رہے مکہ مسجد کے مہمان گھر میں
مقدس بہت میہماں میزباں بھی
ہیں سجادۂ خواجۂ خواجگاں یک
زہے میہماں و زہے میہمانی
پدر کے تھے ہمراہ فرزندِ اکبر
حلیم و متیں و ملیح و مزاحی
مقدس پدر کے مقدس پسر ہیں
ہے صولت حسین ان کا اسم گرامی
تھے ہمراہِ دیوان جی مرزا جی بھی
وہ پہلے پہل گھر میں اک بینوا کے
سواری بادِ بہاری جو آئی

بہ ہر محفلِ عرس در ہر ضیافت
سماعی بہت منعقد صحبتیں کیں
قدم جانبِ حیدرآباد اُٹھے
چلے آئے باخیریت خرم و شاد
نزولِ عنایت سے خوش دل ہوئے سب
کہ درویش گھر کھپ گیا قلبِ شہ میں
مع میزبانِ خانۂ خوب تر میں
جنابِ عنایت بھی صابر میاں بھی
تو سجادۂ شاہِ خاموش آں یک
زہے میزباں و زہے میزبانی
خوش اخلاق و خوش طبع و خوش وضع و خوش تر
نمایاں جبیں پر سدا خوش مذاقی
بہت نیک دل ہیں بہت خوش سیر ہیں
فقیرانہ اک دبدبہ رکھتے ہیں حامی
محب دونوں مرزا بھی دیوان جی بھی
بہ تقریبِ "چا نوشی" تشریف لائے
مجیبِ حزیں نے غزل یہ سنائی

غزل

عنایت عنایت سے آئے ہوئے ہیں
پدر اور پسر دونوں آئے ہوئے ہیں
حضور آپ تشریف لائے ہوئے ہیں
تقدس کی دنیا کے چاند اور سورج
کشش اپنے دل کی جلیبی عنایت
(مجیب علی شاہ تابانی)
دکن پر عنایت کی اُف رے عنایت
ہیں دربار اجمیر کے آپ دیوان
مجیب اپنے رب کی کہوں کیا عنایت

اور ہمراہ صولت کو لائے ہوئے ہیں
مرے گھر کی رونق بڑھائے ہوئے ہیں
ہم آمد پہ آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں
سعادت کے انوار لائے ہوئے ہیں
فقیروں کے گھر شاہ آئے ہوئے ہیں
دوبارہ وہ تشریف لائے ہوئے ہیں
دکن پر پھریرا اڑائے ہوئے ہیں
عنایت مرے گھر میں آئے ہوئے ہیں

غزل سن کے دی داد اور حظ اٹھایا
عنایت پہ شاعر کا سر خود جھک آیا
دکن کے مسلمانوں نے خیر مقدم
کیا جب پڑھا جمعہ کا فرضِ اعظم
مسلمانوں سے مکہ مسجد بھری تھی
کہ تشہیر تقریب اچھی ہوئی تھی
بڑا ہاتھ اس میں ولی اللہ[1] کا تھا
انھوں نے کیا کام حد سے زیادہ
ولی اللہ کے ساتھ صابر علی[2] بھی
سلیقہ ہے دونوں میں کچھ قدرتی بھی
ولی[3] و شہاب[4] اور مظہر[5] نے تقریر
کی ہر وقت حسب تقاضائے تقریر
ولی اللہ نے ایک دریا بہایا
زباں اور دل کا کرشمہ دکھایا

---

۱ جناب ولی اللہ حسینی صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت وطن (رح) ۲ جناب صوفی محمد صابر علی صاحب ابو العلائی
۳ جناب ولی اللہ حسینی صاحب ۔ ۴ جناب شہاب الدین احمد خاں صاحب مسٹر بلدیہ
۵ جناب مظہر الدین صاحب صدر انجمن نوجوانان ملت ۔

Scanned with CamScanner

بھی تقریر خوش آئند اتنی اچھی
کچھ ارشاد فرمایا تلقین بھی کی
شروع اب ہوا سلسلہ دعوتوں کا
کہیں ناشتہ چائے نوشی کسی جا
اسدؔ[1] کے یہاں پر تکلف ضیافت
بڑی خاص صحبت تھی صحبت رحیمی[3]
رحیم اک پرستارِ خاص عنایت
عنایت کا سوجاں و دل سے فدائی
غرض ہر جگہ دعوتیں ہو رہی تھیں
بجوشِ عقیدت بحسنِ عقیدت
امیروں کے گھر بھی غریبوں کے گھر بھی
جو نوابِ[4] بانڈر رہِ عثمان ساگر
کہاں تک لکھے جائیں اسمائے داعی
اسی طرح قوالی کی محفلیں تھیں
بہر بائے قوالی کی شب میں محفل

بیانِ جوانی کی تمہید ٹھیری
نصیحت مسلمانوں کو دین کی کی
سحر دوپہر شام کی محفلوں کا
غذا دن کی اور شب کی ڈٹی کسی جا
تو دین[2] یار جنگی بھی بستانی دعوت
(گارڈن پارٹی)
بڑی پر تکلف تھی دعوت رحیمی
خلیفہ بھی جس پر عنایت نہایت
تھی تقریب پر از خلوص انتہائی
عنایت فشاں شرکتیں ہو رہی تھیں
دئے جاتے تھے لوگ دعوت پہ دعوت
ملا وقت جس وقت شام و سحر بھی
تو محبوبؔ[5] اپنے پرانے مکاں پر
ہے داعی کی گنتی سے مجبور گنتی
جو گنتی سے بیروں شدہ مجلسیں تھیں
کچھ ایسی کہ بالکل مسخر کنِ دل

---

۱ جناب اسد اللہ صاحب مہتمم صرف خاص مبارک ۲ نواب دین یار جنگ بہادر مرحوم
۳ جناب رحیم الدین صاحب ناظم سیول سپلائز خلیفہ دیوان جی ۴ نواب بندور خاں جاگیردار برادر بہادر یار جنگ
۵ جناب محبوب علی صاحب صیغہ دار محکمہ پال

چلے آئے تھے کر کے وہ دل میں نیت
تقاریبِ عرسِ حبیبی میں شرکت
تھی[1] حافظ کی سجادگی روزِ دیگر
کی دستِ مبارک سے دستار بندی
تھی اِس[2] خاص خادم کی یہ خاص خدمت
حبیبِ علی شاہ سے خاص نسبت
حبیبِ علی شہ (ثانی) کے دل میں عنایت
محبت دو جانب سے ہنگامہ آرا
کی تاسیس پھر مجلسِ چشتیہ کی (بنیاد ڈالی)
یہ اردو شریف افتتاحی تھا جلسہ
تھے عرسِ حبیب علی شہ میں آئے
سبب ٹھہرنے کے نہ ایسے قوی تھے
بقر عید کے بعد تھے جانے والے
دلی آرزو ے عقیدت شعاراں
ہوں دعوتیں باقی جو رہ گئی تھیں
دو اک دفعہ دی اعلیٰحضرت نے دعوت

ہو عرسِ حبیبِ علی شہ (اول) میں شرکت
کی حضرت نے آتے رہے روز حضرت (از ۳ ذی الحجہ تا ۵ ذی الحجہ)
حبیبِ علی کے جو ہیں ابنِ اکبر
عطا کی اُنہیں (ثانی) اِس طرح سر بلندی
لے آنا لیجانا۔ بجائے اقامت
حبیبِ علی شاہ کو خاص لفت
عنایت کے دل میں حبیبی اقامت
اِدھر سے زیادہ اُدھر سے زیادہ
مہینے کی پانچ اس کی تاریخ ٹھیری
جہاں شیخ جی حالی ہیں جلوہ فرما
ہوا عرس جانا تھا۔ جانے نہ پائے
ارادے ارادے میں تا عید ٹھیرے
عمل بس اسی پر تھے فرمانے والے
بر آئی۔ کہ ٹھیرے جو تا عیدِ قرباں
سجیں محفلیں ملتوی جو ہوئی تھیں
ازیں بیشتر با کمالِ عنایت (قبل از عید)

[1] جناب حافظ ایزد خانصاحب فرزند نبیرہ حضرت حبیب علیشاہ اول المخاطب پیر حافظ بادشاہ خلف سجادہ نشین جناب پیر خواجہ حبیب علیشاہ ثانی [2] محمد عبد المجید فاروقی مجیب

تمہید
اسبابِ علالت

جو تھیں ملتوی رقمیں فرمائیں جاری
مزید اور فرمائی بر ذاتِ عالی
دئے پانسو[1] بہر خرچِ سفر بھی
تھی ذی الحجہ کی سترہ اور بدھ کا تھا دن
سماع انتہائی اثر آفریں تھا
جو مطرب نے گایا کہ "بن تیرے درشنا"
تو اک عالمِ بے خودی سب پہ چھایا
یہی کیفیت صبح تک تھی برابر
اُتر کر پہاڑی سے نیچے چلے پھر
ادا فجر کی مکہ مسجد میں جا کر
مگر کچھ سنبھلنے کی صورت نہیں تھی
ہوئے حُبِّ خیر الورا کا نشانہ تھا
اٹھارہ تھی ذی الحج کی دن پنجشنبہ
شہانہ تکلف کا ظہرانہ تھا واں
تھی شب عزت اللہ[4] کے گھر میں محفل

عمارت کی نوبت کی اور روشنی کی
بہ ہر ماہ سو روپیوں کی بحالی
عنایت ہوئی[1] ایسی ہی پیشتر بھی
پہاڑی پہ بابا[2] کے محفل مزیّن
دہن سننے والوں کا بر آفریں تھا
"کنھیا محمد ہیں بیا کُل یہ انکھیں"
کچھ اس طرح قوّال نے گا سنایا
خبر اک کی اک کو نہ تھی اک ذرا بھر
اسی کیف کے ساتھ آگے بڑھے پھر
کی تسکینِ دل کی دعا ہاتھ اٹھا کر
وہی سیرتِ اوّلیں لفتیں تھی
کہ جو ہوش انداز تھا دل رُبا تھا
معظم جہ[3] کے ہاں سے آیا بُلاوا
دو سو[2] روپئے ساتھ نذرانہ تھا واں
مشائخ بھی تھے جمع کچھ صاحبِ دل

1 سنہ ۱۹۵۳ء کی تشریف آوری کے موقعہ پر بھی سفر خرچ اسی قدر عنایت ہوا تھا۔

2 حضرت بابا شرف الدین صاحب قدس سرہ 3 نواب معظم جاہ بہادر صاحبزادہ دوم حضور نظام دکن

4 جناب غلام خواجہ عزت اللہ چودھری صاحب خلیفہ دیوان صاحب

کھنچا فوٹو شیخ المشائخ کے ہمرہ
سماعؔ اس کے بعد آتشِ افروزِ دل تھا
کہا جب بدلنے لگی کچھ طبیعت
نظر آیا تاخیر کا جب ارادہ
اس ارشاد کا کچھ اثر ہی نہیں تھا
بہت پہلے کھانے پہ آئے ہوئے تھے
بالآخر ہوئی ختم بروقت محفل
پھر اُنیسویں آئی اور جمعہ کا دن
تھی روزِ مبارک کی یہ خاص خوبی
یہ کچھ بارِ اول نہ تھا خاصہ آیا
کیا خاصہ نے خاص دل کا مداوا
خلش سی جو تھی خانۂ دل کے اندر
اسی حال میں مسجدِ چوک جا کر
کی پھر لا الٰہ کی تفسیر ایسی
زبانِ مبارک سے ارشاد والا
بتوں سے کبھی کا ہوا کعبہ خالی

ستاروں کے حلقے میں جسطرح ہو مہ
نشہ دی شبی۔ باعثِ سوزِ دل تھا
وِکردِ ختم محفل کو عزت۔ "بعجلت"
کہے جا رہے تھے دو بارہ سہ بارہ
تھا شاید حصولِ عنایت کا منشاء
دوبارہ یہ تشریف لائے ہوئے تھے
مروّت سے بیٹھے رہے زخم بر دل
تھا دن صبح سے شام تک پر محاسن
کہ خاصہ چلا آیا از کنگ کوٹھی
دو اک دفعہ پہلے عنایت ہوا تھا
کہ تھا بھیجنے والا شیدا علی کا
کچھ اُس میں سکوں آ گیا اک طرح پر
کیا فرض ادا جمعہ کا سر جھکا کر
سنی کب کسی نے تھی تقریر ایسی
ہوا اس طرح سے اَلوٗ کھا نرالا
تو مقصود پھر کیا ہے از لا الٰہی"

ا۔ کئی دن پہلے دعوت طعام دی تھی اب صرف محفل سماع تھی۔

"یہ مطلب ہے دل میں جو محبت گھر بنالیں
نفاق و حسد ۔ مکر و فن ۔ بغض و کینہ
غرض ماسوا اللہ سے دل ہو خالی
اسی شام عیدِ غدیرِ شہی تھی
گئے لے کے دیں یار جنگ اپنے ہمرہ
تھے ذاکر "علی" اور مجلس علیؑ کی (جنابِ علی نقی صاحب)
جو مَن کُنتُ مولاہُ والا بیاں تھا
جو فرمایا (آنحضرتؐ) مولا نے "مولا علیؑ" ہے
ہر اک فرد مستِ شرابِ علیؑ تھا
نہ کہہ حال شیخ المشائخ کا کیا تھا
وہ پہلے سے مستِ مئے بیخودی تھے
نشہ تازہ بڑھتا چلا جا رہا تھا
چلے آئے پھر محفلِ صابری[1] میں
سماع اپنی تاثیر دکھلا رہا تھا
ستار ایک استادِ فن نے بجایا
کچھ ایسا کیا مست اس راگنی نے

انہیں ایک اک کر کے دل سے نکالیں"
ہو دل ان سے خالی ۔ ہو پاک ان سے سینہ
ہو خالی جگہ جلوۂ ذوالجلالی"
بپا مجلسِ جشنِ یومِ علیؑ نقی تھی
کہ شرکت کی پہلے سے تھی دعوتِ شہ
"علی نقی" لکھنوی مولوی جی
غدیری کنویں پر سمندر رواں تھا
کھلی پھر غلاموں کے دل کی کلی ہے
کچھ ایسا بیانِ علیؑ نقی تھا
وہ کیا ہو گئے تھے انہیں کیا ہوا تھا
قدح خوارِ مینا ہمارے علیؑ تھے
مزہ کیف کا اور ہی آ رہا تھا
سماع اور وہ بھی بیانِ علیؑ میں
کرشمہ مزامیر نے بھی دکھایا
بہت دیر تک رنگ اپنا جمایا
خبر کچھ نہ لی اپنی اپنی کسی نے

[1] محفل جناب صابر حسینی صاحب ۔

پڑی چوٹ اس راگ سے سخت دل پر
اسی حال میں پہنچے سجارہ ہل پر
ہوئی کھانے کے بعد قوالی آغاز
غذا جسم کی غیر معمولی تھی ہی
غذا تھی وہ کیسی بیاں کیا کریں ہم
اثر میں سماع اپنی معراج پر تھا
جو مطرب نے گایا بصد بیقراری
تڑپنے لگا جلسہ سارے کا سارا
"منم حیدرم" طرح بھی لگائی
سرورِ مئے حبِ مشکلکشا تھا
نہ شیخ المشائخ کا کچھ حال پوچھو
سمجھنے سے بھی سوچنے سے بھی بالا
پڑی ضرب پر ضرب سخت آئینہ پر
برآمد ہوئے وال سے برآمدے میں
اُتر آئے برآمدے سے بھی نیچے
برہنہ تھا سر۔ سر پہ رحمت کی بارش
ٹہلتے رہے ننگے سر ننگے پاؤں
تھا شدت کا دورانِ سر، دردِ سر بھی

گداز اور بھی ہو گیا قلب مضطر
بہ سجادۂ خورد گلبرگہ کے گھر
(صاحب سجادہ)
غذا جسم پرور صدا روح پرواز
غذا غیر معمولی روحانی بھی تھی
وہ لطف اور لذت بیاں کیا کریں ہم
مدارِ تمارِ دیروز آج پر تھا
کہ "وہ کوئی کسی کا ہے میں تو تمہاری"
کہ "وہ میں ہوں تمہاری یہ دل ہے تمہارا"
تو دل نے بڑے زور سے چوٹ کھائی
ہر اک دل زدہ صیدِ شیرِ خدا تھا
نہ قلب مبارک کا احوال پوچھو
تھا احوالِ روشن دلِ شیخ والا
تو کمزور ہونے لگا دل قوی تر
اُٹھے تو اٹھے سارے محفل کدے میں
سر پر سما۔ تا کہ برسات برسے
حرارت سے قلب مبارک میں تابش
کبھی بیٹھے لیٹے بھی رحمت کی چھاؤں
بلا کا تھا کرب۔ اضطراب جگر بھی

دماغی توازن میں گو نہ خلل بھی
تم شیخ ۔ ہوا سرد بھیگی ہوئی رات
زباں پر درود اور ہیں تو تمہاری
نتیجے سے پروانے سب بے خبر تھے
یکا یک گری طور سوزی کی بجلی
ہوا یعنے قلب مبارک پہ حملہ
جو کرب اور بے چینی دیکھی زیادہ
ہر اک دل سے مصروف خدمت گزاری
ہوئے شمع پر صدقے پروانے سارے
تھا تخت ایک ہالا اور ہالے میں تھا چاند
مثالِ نجم بھی ۔ سجادے بھی عوتی بھی
خصوصاً جو تھے صابر[1] حسینی پریشاں
طبیب علی کا لیا ہاتھ میں ہاتھ
دیا دست صولت بدست جلیبی
فرید[2] و فصیح[3] التجائے قطب[4] پر
پھر اک ڈاکٹر نامور بو الحسن[5] کو

طبیعت کا کچھ بے ڈھنگا سا عمل بھی
مگر پر عرق جسم گرمی صفت ذات
درودی تھی تلقین باقلب جاری
جو ہونے کو تھے شمع محفل پہ حملے
دل ہو یہی وحشی پر تجلی کی بجلی
بگڑ ہی گئی واقعی طبع والا
پرستاروں نے تخت پر لا لٹایا
سمجھتا تھا اس میں سعادت ہے ساری
مگن حسن خدمت میں خادم تھے سارے
پرستار تارے تھے سب چاند مانند
نہایت پریشانی سب کو ہوئی تھی
وہ پہلے پہل آئے ہمراہ مہماں
لیا ہاتھ میں ہاتھ صولت کا اک ساتھ
کہا سمجھیں اولاد انہیں آپ اپنی
گئے ڈاکٹر کے لئے کار لے کر
بلایا تو آیا جبھی مستعد ہو

[1] سب کو درود شریف پڑھنے کی ہدایت فرما رہے تھے۔ [2] جناب فرید میاں صاحب [3] جناب سید شاہ فصیح اللہ حسینی صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت جی ۔ [4] جناب قطب میاں صاحب (ہر دو فرزندان جناب صابر میاں صاحب) [5] ڈاکٹر ابو الحسن صاحب میڈیکل افسر عثمانیہ ہاسپٹل

قطب میاں و فرید میاں

لگائے پھر آلات۔ تشخیص یہ تھی
مرض کا دیا ٹیکہ (انجکشن) آرام کا بھی
شب تار بارہ بجے سے دو گھنٹے
وہ سوئے تو اکثر پرستار جاگے
لکھا نسخہ پھر علم کی انتہا سے
بلائی گئی کار بیمار بردار (امبولینس کار)
بدرگاہِ شاہِ خموش آئے حضرت
پئے مشورہ یہ سبھی چاہتے تھے
چنانچہ بہ یک وقت وہ دونوں آئے
غذا تین دن تک لطیف اور سیال
ترقی بہ تدریج ہونے لگی پھر
مگر لیٹے رہنے کا جو مشورہ تھا
جو نہی اعلیٰحضرت نے اخبار دیکھا
رسالے میں شیراز کے حال لکھا
چلے آتے تھے ڈاکٹر دیکھنے کو
کہا پانچویں ہفتے کے خاتمے پر

کہ ہے قلب پر حملہ۔ بیماری دل کی"
ہوا جس سے آرام۔ کچھ نیند آئی
وہاں معتقد ڈاکٹر نے گزارے
ہوئی صبح تو ڈاکٹر صاحب آئے
کہا "نقل چاہو۔ بچھیا تا ہوا سے
لٹا کر لوا لائے چند اک پرستار
کہ ہے جائے خاموش ہم جائے خلوت
کہ منان کو بوالحسن لے کے آئے"
پس مشورہ متفق ہو۔ سدھارے
نتاجی کا یا سیب کا رس بہر حال
غذا احتیاط اپنی کھونے لگی پھر
وہ چھے ہفتوں تک باقی بالکلیہ تھا
تو دین یار جنگِ بہادر کو بھیجا
"محافل کی کثرت نے بیمار ڈالا"
بہ نوبت بھی ہر روز بھی مرد نیکو
مرض کا ہوا خاتمہ قاعدے پر

۱۔ ڈاکٹر عبدالمنان مشہور ڈاکٹر۔ ۲۔ نواب دین یار جنگ بہادر۔
۳۔ دیکھنے کو منجانب اعلیٰحضرت پئے عیادت تشریف لائے۔ ۴۔ رسالہ شیراز جس میں اکثر اعلیٰحضرت کے ارشادات شائع ہوتے ہیں

ہوئے دن جو پینتیس ۳۵ اور پانچ ہفتے
محرم کی تیئیس ۲۳ کو غسل صحت
مقدس فلک کے مقدس دو اختر
دوا دارو و ڈاکٹر اک کے ذمے
کی دونوں نے حضرت کی خدمت زیادہ
حبیب [3] علی با بزرگ یگانہ
(حضرت ذی الولا ثانی)
گھر ان کے بہت آتے جاتے تھے صولت
رہے مستقل آ کے بعدِ علالت
محمد شہ [4] کا عرس تھا روز شنبہ
فریدی [5] ارادت نے با صد عقیدت
بلائے گئے بو الحسن [6] اور منّان
یہ سب ڈاکٹر خاص چند اور حضرات
تھی بارہ بجے عرس کی دن کو دعوت
محرم کی چھبیس یک شنبہ شب کو
رہے دو مہینے سے اک دن زیادہ
مزاج مبارک جو بگڑا - بڑا تھا

بفضل الٰہی ہوئے بالکل اچھے
کیا جمعہ کے روز در نیک ساعت
قطب [1] اک برادر فرید [2] اک برادر
اور اک خاص خدمت میں جو بیبیاں تھیں
کی تیمار داری نہایت زیادہ
تھے سایہ بنے ساتھ سارا زمانہ
مگر خانقہ ہی تھی جائے سکونت
حبیب علی شاہ کے گھر بہ رغبت
پئے شرکتِ عرس عزم سفر تھا
کی اک خاص دعوت بہ تقریب صحت
اور انور [5] جنہوں نے کی فوٹو سے پہچان
تھے مسرور از صحت صدر سادات
پئے عرس شب کو فریدی ضیافت
سفر کا ارادہ ہوا لے کے سب کو
گیا حیدرآباد نے استفادہ
مگر دیر باشی کا اک فائدہ تھا

[1] جناب سید قطب الدین صاحب و جناب [2] فرید الدین صاحب فرزندان جناب صابر حسینی صاحب۔
[3] پیر حبیب علی شاہ ثانی [4] حضرت محمد شاہ صاحبؒ جد جناب صابر میاں صاحب۔ [5] ڈاکٹر انور صاحب جنہوں نے فوٹو لیا تھا۔ [6] دین یار جنگ بہادر مولوی اسد اللہ صاحب۔ فصیح اللہ حسینی صاحب شریک ضیافت تھے۔

نہیں خالی از مصلحت کارِ قدرت
دکن کی زمیں پر عنایت رہے اور
"عنایت" ملا کیا کہنا ہیں کیا عنایت
عنایت پہ قربان جان و جگر بھی
مجیبؔ ایک رحمت ہے حق کی عنایت
کمالِ عنایت سے تجھ کو "عنایت"
یہ بندہ نوازی یہ ذرّہ نوازی
غرض ٹھیرے سب اہلِ دل "عنایت"
جدائی کا سن بھی سراپا عنایت
مجیبؔ حزیں نے بہ ہنگامِ رخصت

تھا منظور تا دیر بارانِ رحمت
عنایت سے ہوا استفادہ بہر طور
مجسم عنایت سراپا عنایت
عنایت کے زیر اثر چشم و سر بھی
عنایت کے قرباں عنایت ہے رحمت
کہیں "مولوی" باوجود جہالت
ہوں قرباں تو کم ہے بریں فرازی
قیامِ عنایت سراپا عنایت
عنایت کی مجبوری بھی باعنایت

۱۳۴۶ھ
غزل یہ سنائی پُر از رنج و حسرت

حضور آپ تشریف لے جا رہے ہیں
بہت رنج ہے آپ جو جا رہے ہیں
رہے دو مہینے کشش سے دکن کی
کسی کی طلب پر ارادہ کیا ہے
بغیر آپ کے کس طرح جی اٹھینگے

دکن والوں کے دل کو تڑپا رہے ہیں
بہت خوش تھے سن کر کہ آپ آ رہے ہیں
کشش سے اب اجمیر کی جا رہے ہیں
بلاوے پہ تشریف لے جا رہے ہیں
جنہیں آپ مردہ کئے جا رہے ہیں

Scanned with CamScanner

دکن والوں کے دل کو مٹھی میں لیکر	چلے جا رہے ہیں چلے جا رہے ہیں
مجیدؔ اپنے چشم و دل و سر کے قربان	"عُنایت"۔ عنایت سے ٹھکرا رہے ہیں

سواری جو اسٹیشنِ نامپلی	چلی تو چلی ساتھ خلقت خدا کی
سبھی آئے اسٹیشنِ نامپلی	کہ ہو آخری بازدیدِ تجلی
چلے آئے دین یار جنگ بہادر	عقیدت کے عماں کے بے بہا در
چلے آئے تھے بوالحسن ڈاکٹر بھی	بڑے چھوٹے اہلِ نظر بے نظر بھی
بہت سول نے اس پہ نہیں اکتفا کی	بڑھے آگے۔ پوری دلی التجا کی
کیا جا کے اک اسٹیشن[۱] بعد رخصت	فرید و قطب نے مع یک جماعت
حبیب[۲]، و رحیم[۳] و مجید[۴] و جنیدی[۵]	بڑے روضے کے خواجہ[۶]۔ حافظ حبیبی[۷]
کمالِ عقیدت سے فرطِ ولا سے	بڑے رنج کے ساتھ رخصت کرائے

۱ سکندر آباد دکن۔ ۲ پیر حبیب علی شاہ ثانی

۳ جناب رحیم الدین صاحب ۴ عبد المجید فاروقی۔

۵ جناب علاؤ الدین صاحب جنیدی سجادہ نشین روضہ شیخ گلبرگہ شریف۔

۶ جناب خواجہ بادشاہ صاحب سجادہ روضہ بزرگ گلبرگہ شریف

۷ پیر حافظ بادشاہ صاحب سجادہ درگاہ حبیب علی شاہ۔

Scanned with CamScanner

گو ساٹھ ایک دن ٹھیرے کم پھر بھی ٹھیرے
لی اجمیر کی رہ رہ آگرہ سے
محرم کی تاریخ تھی بست و ہفتم ٢٧
وطن پہنچے لے کر جہانِ مسرت
دکن ہے عنایت کے جانے سے دلگیر
وطن سے جدائی دو مہ سیزدہ یوم ١٣
دکن کا ہوا دورہ دیوان آئے
خدا رکھے مسرور صحت سے ہر دم
وطن میں سلامت رہیں باکرامت
مقدس شمیم دل زہرباب خوش ہو
سفرنامہ لکھا گیا حسبِ ارشاد
حضرت دیوان جی

بہ شادی و غم حیدرآباد چھوڑے
اور اجمیر سہ شنبہ کے روز پہنچے
مسرت کے دریا میں آیا تلاطم
وطن بن گیا گلستانِ مسرت
ورودِ عنایت سے مسرور اجمیر
تڑپتے رہے ہجر میں ہادی و قوم
سفرنامہ لے پیشِ سلطان آئے
کہ پہنچے ہیں باخیریت شاد و خرم
عنایت۔ عنایت سدا ہو عنایت
زاولاد خوش ہو ز احباب خوش ہو
دی دیوان نے داد سلطاں کریں صاد
خواجہ اعظم

تمت